باب 18

تحقیق کی روایت

'تحقیق' سچائی کی دریافت کو کہتے ہیں۔ادب میں تحقیق سے مراد یہ ہے کہ ادب سے متعلق نئی حقیقتوں کو دریافت کیا جائے یا معلوم حقیقتوں کی ازسرِ نو چھان بین کی جائے۔ان معاملات سے سروکار رکھنے والوں کو 'مُحقِّق' کہتے ہیں۔

تحقیق کی کچھ بنیادی شرائط ہیں۔ان میں پہلی شرط یہ ہے کہ کوئی بیان یا کوئی روایت حوالے کے بغیر قبول نہ کی جائے اور حوالہ سامنے آئے تو اس کی چھان بین کی جائے کہ یہ معتبر ہے یا غیر معتبر۔اس تحقیق کے بعد معتبر بیانات وروایات کو قبول کر لیا جائے اور غیر معتبر کو رد کر دیا جائے۔اسی سلسلے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ کسی مسئلے سے متعلق اگر کئی بیانات اور روایات جمع ہو جائیں اور ان میں آپس میں اختلاف ہو تو آنکھ بند کر کے کسی ایک روایت کو قبول نہ کیا جائے بلکہ غور وفکر کر کے شواہد وقرائن کی روشنی میں یہ طے کیا جائے کہ ان میں کون سا بیان صحیح ہے اور کس کو رد کر دینا مناسب ہے؟

تحقیق کی دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ نتیجے تک پہنچنے میں جلد بازی نہ کی جائے۔جو مسئلہ بھی زیرِ بحث ہو، اس کے تمام پہلوؤں پر اطمینان کے ساتھ غور کیا جائے اور موافق ومخالف دونوں طرح کے دلائل سامنے رکھے جائیں۔اس کے بعد ہی کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

تحقیق کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کسی نقطۂ نظر یا کسی شخص یا کسی علاقے کی طرف داری سے مکمّل طور پر بچا جائے کیونکہ جانب داری تحقیق کو غیر معتبر بنا دیتی ہے۔ادبی تحقیق کی تین اہم قسمیں ہیں:

(1) تاریخی تحقیق (2) سوانحی تحقیق (3) تدوینی تحقیق

تاریخی تحقیق میں ادب کے کسی خاص عہد، صنف یا واقعے سے سروکار رکھا جاتا ہے۔سوانحی تحقیق میں کسی خاص شخص یا اشخاص کی سوانح معتبر اور مستند حوالوں کی مدد سے قلم بند کی جاتی ہے۔تدوینی تحقیق میں کسی شاعر کے مجموعۂ کلام یا لسانی وادبی اہمیت کی حامل کسی نثری کتاب کو تدوین کے اصولوں کے مطابق مرتّب کیا جاتا ہے۔اس میں کوشش یہ کی جاتی ہے کہ متن یعنی دیوان یا کتاب کو شاعر یا مصنف کے منشا کے مطابق مرتّب کر دیا جائے۔اس عمل کو تدوینِ متن بھی کہتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

اردو میں با قاعدہ ادبی تحقیق کا آغاز بیسویں صدی کی ابتدا میں ہوا۔ تاہم اس کے ابتدائی نقوش انیسویں صدی میں ابھرنے لگے تھے۔ اس سے قبل اردو میں تذکرہ نگاری کا رواج عام تھا۔ ان تذکروں میں بھی تحقیقی عناصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ لیکن تذکروں میں تحقیق کا وہ معیار نہیں تھا جو بیسویں صدی میں نظر آتا ہے۔

محمد حسین آزاد نے 'آبِ حیات' لکھ کر ادبی تاریخ نگاری کی ابتدا کی جس سے آئندہ محققین نے استفادہ کیا۔ 'آزاد کی 'سخن دانِ فارس' بھی اردو میں لسانی تحقیق کے تعلق سے ایک اہم کتاب ہے۔ بیسویں صدی میں شعرا کے کلام، ان کے دیوان اور کلّیات کی ترتیب وتلاش پر زیادہ توجہ صرف کی گئی۔ اس عہد تک وؔلی دکنی کو اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر مانا جاتا تھا لیکن 'کلّیاتِ قلی قطب شاہ' کی بازیابی کے بعد ولی کی اوّلیت ختم ہوگئی۔

مسعود حسن رضوی ادیب نے 'دیوانِ فائز' مرتّب کیا اور فائز کو شمالی ہند کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر قرار دیا۔ تاہم کلیاتِ جعفر زٹلی اور دیوانِ حاتم کی اشاعت کے بعد مسعود حسن کا یہ دعویٰ قابلِ قبول نہیں رہا۔

اس عہد میں غالب سے متعلق تحقیقات پر خصوصی توجہ کی گئی۔ نسخۂ بھوپال کی بازیابی کے بعد دیوانِ غالب کی تاریخی تدوین کا سلسلہ شروع ہوا۔ امتیاز علی خاں عرشی اور مالک رام نے دیوانِ غالبؔ کی ترتیب کا اہم کام انجام دیا گیا۔ مولوی عبدالحق نے شعرائے اردو کے کئی تذکرے اور شاعروں کے دیوان مرتب کیے۔ پروفیسر شیرانی نے قدرت اللہ قاسم کا تذکرہ 'مجموعۂ نغز' ترتیب دیا۔ انھوں نے 'پنجاب میں اردو' لکھ کر اردو میں لسانی تحقیق کی روایت کو استحکام عطا کیا۔ قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، گیان چند اور رشید حسن خاں نے بھی تحقیق کے سلسلے میں اہم کام انجام دیے۔

عبدالحق (1961-1870): مولوی عبدالحق کی پیدائش ہاپوڑ ضلع میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول کے لیے وہ ایم۔ اے۔ او کالج، علی گڑھ گئے۔ یہاں انھیں سرسیّد، مولانا حالی اور محسن الملک جیسے بلند پایہ ادیبوں سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ بی۔ اے کرنے کے بعد وہ ملازمت کی تلاش میں حیدرآباد چلے گئے اور ایک اسکول میں مدّرس مقرر ہوئے۔ ترقی کرتے کرتے انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی زمانے میں انجمن ترقی اردو کے سیکریٹری منتخب ہوئے۔ کچھ عرصے عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ ترجمہ سے وابستہ رہے پھر اورنگ آباد کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں صدر ہوگئے۔ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد وہ دہلی آگئے اور یہاں پوری طرح انجمن ترقی اردو کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ آزادی کے بعد وہ کراچی چلے گئے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ مولوی عبدالحق کی ادبی خدمات کے اعتراف میں الٰہ آباد یونیورسٹی نے انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ انھوں نے تحقیقی وعلمی کاموں اور اردو کی ترقی کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا اسی لیے انھیں 'بابائے اردو' کہا جاتا ہے۔

قدیم اردو ادب کا جو سرمایہ مخطوطات کی شکل میں یہاں وہاں بکھرا ہوا تھا، مولوی عبدالحق نے اسے جمع کیا اور ترتیب دے کر شائع کیا۔ انھوں نے اردو کی بہت سی قدیم کتابیں دریافت کیں جیسے 'سب رس' اور ان پر تفصیل سے مقدمے لکھے۔ ہر کتاب کے مقدمے میں انھوں نے اس کتاب کی اہمیت، مصنف کے حالاتِ زندگی، ادبی خدمات اور اس عہد کی ادبی خصوصیات واضح کیں۔ اس طرح اردو تحقیق کے لیے مضبوط بنیاد فراہم ہوئی۔ مولوی عبدالحق نے انگریزی اردو لغت مرتّب کی اور اردو قواعد کی ترتیب کا گراں قدر کام بھی انجام دیا۔ انھوں نے ایک رسالہ 'اردو' بھی نکالا جس میں تحقیقی و علمی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے تھے۔

'مقدماتِ عبدالحق'، 'خطباتِ عبدالحق' اور 'تنقیداتِ عبدالحق' میں ان کے تحقیقی مضامین اور مقدمے شامل ہیں۔ مولوی عبدالحق نے خاکہ نگاری کی طرف بھی توجہ کی اور اردو میں خاکوں کے عمدہ نمونے پیش کیے۔ 'چند ہم عصر' ان کے خاکوں کا مجموعہ ہے۔ مولوی عبدالحق کی زبان سادہ، رواں اور آسان ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں، روزمرّہ اور محاورات کے استعمال سے انھوں نے اپنی تحریروں میں لطف پیدا کیا ہے اسی لیے انھیں صاحبِ طرز ادیب بھی کہا جاتا ہے۔

محمود شیرانی (1880-1946): حافظ محمود شیرانی کا وطن ٹونک (راجستھان) تھا۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے جودھ پور میں حاصل کی اور ینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور لندن سے قانون کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں انھیں نوادرات جمع کرنے کا شوق ہوا۔ اس کام میں اس قدر مہارت بہم پہنچائی کہ نوادرات کا کاروبار کرنے والی لندن کی ایک کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1922 میں اسلامیہ کالج لاہور میں لکچرر مقرر ہوئے۔

محمود شیرانی نے اردو میں تحقیق اور تدوینِ متن کے نئے معیار قائم کیے۔ ان کی تحقیقات سے نئے نئے ادبی و تاریخی حقائق سامنے آئے۔ اردو زبان کے آغاز سے متعلق ان کی تحقیق 'پنجاب میں اردو' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اردو کا آغاز پنجاب سے ہوا۔ شیرانی کے اس نظریے سے محققین نے اکثر اختلاف کیا ہے تاہم اس نظریے کی اب بھی بڑی اہمیت ہے۔ انھوں نے 'خالق باری' کے متن کی تحقیق اور اس کے مصنف کے بارے میں نئے انکشاف کیے۔ قدرت اللہ قاسم کے تذکرے 'مجموعۂ نغز' اور 'پرتھوی راج راسو' کو مرتب کر کے شائع کیا۔ فارسی ادب کے تعلق سے 'فردوسی' اور اس کے 'شاہنامہ' پر تحقیقی مقالے لکھے۔ 'تنقیدِ شعر العجم' لکھ کر محققین میں ذمّے داری کا احساس پیدا کیا۔ انھوں نے قدیم کتب کی تدوین کے ضمن میں پہلی مرتبہ داخلی شہادتوں کو اہمیت دی۔ ان کی زبان شگفتہ اور رواں ہے۔

نصیرالدین ہاشمی (1895-1964) : نصیرالدین ہاشمی حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا سب سے وقیع کارنامہ 'دکن میں اردو' ہے۔ نصیرالدین ہاشمی کی یہ کتاب ایک مستقل کتابِ حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ نصیرالدین ہاشمی کا ایک اور اہم تحقیقی کارنامہ 'مثنوی کدم راؤ پدم راؤ' کی دریافت ہے۔ سیف الملوک و بدیع الجمال، نثری طوطی نامہ، قصۂ ابوشحمہ اور ظفر نامہ کو روشناس کرانے کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔

نصیرالدین ہاشمی کی دوسری اہم تصانیف میں 'دکنی کلچر'، 'المجوب'، 'دکنی ہندو اور اردو' اور 'یوروپ میں دکنی مخطوطات' بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ نصیرالدین ہاشمی کی زندگی دکنی زبان و ادب کی تحقیق اور خدمات کے لیے وقف تھی۔ انھوں نے جو بنیادیں وضع کی تھیں، بعد ازاں دکنی زبان و ادب کی تحقیق کی عظیم عمارت کا ایک بڑا حصّہ انھیں پر استوار ہے۔

قاضی عبدالودود (1896-1984): قاضی عبدالودود کی پیدائش کاکو، ضلع گیا، بہار میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پٹنہ سے میٹرک کا امتحان پرائیوٹ طور پر پاس کرنے کے بعد انھوں نے پٹنہ کالج سے بی۔اے کیا۔ بعد میں وہ انگلستان گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے اقتصادیات میں ٹرائی پوس کیا۔ پھر یہیں سے قانون کی تعلیم مکمل کی اور وطن واپس آکر وکالت کرنے لگے۔ علمی، ادبی اور تحقیقی کاموں سے بے حد لگاؤ تھا، اس لیے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ رجحان رہا۔

قاضی عبدالودود نے اردو میں تحقیق کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ ان کے اہم تحقیقی کارناموں میں 'غالب بحیثیت محقق'، 'جہانِ غالب'، 'آوارہ گرد اشعار'، 'عیارستان' اور 'تعینِ زمانہ' شامل ہیں۔ انھوں نے 'دیوانِ جوشش'، اور 'دایونِ رضا' مرتّب کر کے شائع کیے۔ انھوں نے پٹنہ سے ایک تحقیقی رسالہ 'معاصر' بھی نکالا۔ تحقیقی موضوعات کے تعلق سے ان کی زبان خالص علمی ہے۔

مولانا امتیاز علی خاں عرشی (1904-1981): مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی پیدائش رامپور میں ہوئی۔ پہلے یہاں کی مشہور درس گاہ مطلع العلوم سے اور بعد میں مدرسۂ عالیہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور رامپور کی رضا لائبریری سے وابستہ ہو گئے۔ یہاں موجود نادر و نایاب کتابوں سے خود فیض یاب ہوئے اور علمی دنیا کو بھی اس نایاب ذخیرے کی طرف متوجہ کیا۔

امتیاز علی خاں عرشی کا خاص میدان تدوینِ متن ہے۔ انھوں نے دیوانِ غالب کو زمانی اعتبار سے مرتب کیا جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا کون سا کلام کس زمانے کا ہے۔ اس سے غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ عرشی کا مرتب کردہ یہ دیوان نسخۂ عرشی کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے احمد علی خاں یکتاؔ کے تذکرے 'دستور الفصاحت' کو بھی مرتّب کیا۔ اس کے علاوہ تحقیقی موضوعات پر کئی مضامین تحریر کیے۔ 'نادراتِ شاہی' بھی ان کا ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔

مالک رام (1906-1993): مالک رام پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور چلے گئے۔ وہیں سے ایم۔اے اور وکالت کی ڈگریاں حاصل کیں۔ بعد میں عربی زبان میں بھی اچھی دستگاہ حاصل کر لی تھی۔حکومت ہند کی وزارتِ تجارت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔اس سلسلے میں مصر اور دوسرے ممالک میں بھی وہ مدتوں قیام پذیر رہے۔دہلی میں وفات پائی۔

مالک رام کا شمار ممتاز محققین میں کیا جاتا ہے۔اردو میں وہ ماہر غالبیات کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تصانیف 'غبارِ خاطر' اور 'تذکرہ' کو انھوں نے تدوین کے جدید اصولوں کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا ہے۔'تلامذۂ غالب'، 'ذکرِ غالب'، 'تذکرۂ معاصرین'، 'تحقیقی مضامین' اور 'تذکرۂ ماہ وسال' ان کی اہم کتابیں ہیں۔مختار الدین احمد کے اشتراک سے کربل کتھا کی تدوین بھی ان کا ایک تحقیقی کارنامہ ہے۔

مالک رام کو ادبی صحافت سے بھی دلچسپی تھی۔ابتدا میں وہ آریہ گزٹ، نیرنگِ خیال اور بھارت ماتا کے شعبۂ ادارت سے وابستہ رہے۔ بعد میں مدتوں تحقیقی سہ ماہی رسالہ 'تحریر' نکالتے رہے۔انھیں اسلامیات سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ 'عورت اور اسلام' ان کی مقبول کتاب ہے۔'اسلامیات' ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔

گیان چند جین (1923-2007) : گیان چند جین سیوہارہ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔گیان چند اردو کے استاد ہی نہیں ایک معروف محقق بھی تھے۔ ماہرِ لسانیات کی حیثیت سے بھی ان کا درجہ بہت بلند ہے۔'اردو کی نثری داستانیں'، 'اردو مثنوی شمالی ہند میں'، 'تفسیرِ غالب'، 'رموزِ غالب'، 'لسانی مطالعے'، 'عام لسانیات' تجزیے اور ذکر و فکر ان کی اہم کتابیں ہیں۔

'تحقیق کے فن' میں انھوں نے تحقیق کے عمل، ادب میں تحقیق کی اہمیت اور ضرورت کے علاوہ تحقیق کی طریق کار کو بھی بحث کا موضوع بنایا ہے۔گیان چند کا ایک اور دستاویزی کام تاریخِ ادب اردو 1700 تک ہے جسے انھوں نے سیّدہ جعفر کے اشتراک سے انجام دیا تھا۔اردو تحقیق کی تاریخ میں گیان چند ایک بلند مرتبے کے حامل ہیں۔

رشید حسن خاں (1925/30-2006) : رشید حسن خاں کی پیدائش شاہجہاں پور، یو پی میں ہوئی۔ انھوں نے تحقیق کے مرّوجہ اصولوں کی توضیح کی اور اس میں قابلِ قدر اضافے کیے۔علمی تحقیق کے ضمن میں حوالوں اور استناد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انھوں نے حوالوں سے متعلق اصول وضوابط پیش کیے اور ان کے معیاری ہونے کی شرائط بیان کیں۔قدیم کتابوں کے متن میں غلطیوں کی نشاندہی کی اور تدوین کے آداب کی پابندی پر زور دیا۔

انھوں نے صحتِ متن پر خصوصی توجہ دی اور کئی قدیم کتابوں جیسے 'گلزارِ نسیم'، 'باغ و بہار'، 'فسانۂ عجائب' اور 'مثنویاتِ شوق' وغیرہ کو نئے اصولوں کے تحت ترتیب دے کر شائع کیا۔رشید حسن خاں نے قواعد، تلفّظ، املا اور لغات

پر بھی خصوصی توجہ کی اور ان موضوعات پر تحقیقی کتابیں شائع کیں۔ ان کی زبان سادہ اور دلکش اور شگفتہ ہے۔ 'اردو املا' اور 'زبان و قواعد' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

عبدالقوی دسنوی (2011-1930) : عبدالقوی دسنوی کی پیدائش دسنہ، بہار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دسنہ، آرا اور اعلیٰ تعلیم ممبئی میں حاصل کی۔ شعبۂ اردو سیفیہ کالج، بھوپال میں پروفیسر کے عہدہ سے 1990 میں سبکدوش ہوئے۔ وہ کثیر الجہت شخصیت کے مالک تھے۔ بحیثیت محقق و نقاد انھوں نے مختلف موضوعات پر متعدد تحقیقی، تنقیدی مقالات تحریر کیے اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔

غالب، اقبال، ابوالکلام آزاد اور اشاریہ سازی ان کے خاص موضوعات ہیں۔ ابوالکلام آزاد پر انھیں اختصاص حاصل تھا۔ مولانا آزاد کی شخصیت اور ادبی خدمات سے متعلق کئی اہم کتابیں تصنیف کرنے کے سبب ان کا شمار ماہر آزاد کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

خلیق انجم (2016-1935) : ان کا نام خلیق احمد خاں ہے۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ دہلی اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ کروڑی مل کالج میں اردو کے لیکچرر رہے۔ وہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری تھے۔ انھوں نے متنی تنقید اور غالب کے خطوط پر وقیع تحقیقی کام انجام دیے ہیں۔ 'غالب اور کلکتہ' اور 'خطوط غالب' ان کی اہم کتابیں ہیں۔

حنیف نقوی (2012-1936) : ان کا نام سید حنیف احمد نقوی ہے۔ وہ سہسوان (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں پائی۔ اعلیٰ تعلیم کے مراحل انھوں نے بھوپال میں طے کیے۔ بی۔اے، ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں وکرم یونیورسٹی، اجین سے حاصل کیں۔ ابتدا میں بھوپال اور بریلی میں تدریس کی خدمات انجام دیں۔ 1970 میں بنارس ہندو یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لیکچرر مقرر ہوئے اور یہیں سے سبکدوش ہوئے۔

حنیف نقوی کا شمار موجودہ دور کے نامور محققین میں کیا جاتا ہے۔ انھوں نے قاضی عبدالودود اور مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ شعرائے اردو کے تذکرے، غالب اور عہدِ غالب ان کی تحقیق کے خاص موضوع ہیں۔ مخطوطہ شناسی، فن تاریخ گوئی اور علم عروض و قوافی میں بھی انھیں درک حاصل ہے۔

'شعرائے اردو کے تذکرے'، 'تلاش و تعارف'، 'غالب ۔ احوال و آثار'، 'رجب علی بیگ سرور۔ چند تحقیقی مباحث'، 'رائے بینی نرائن'، 'میر و مصحفی'، 'غالب کی چند فارسی تصانیف' اور 'تحقیق و تدوین۔ مسائل اور مباحث' ان کی تصانیف ہیں۔ 'مآثر غالب' ان کی مرتبہ کتاب ہے۔

اردو میں تحقیق کی روایت خاصی مستحکم رہی ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، نورالحسن ہاشمی، مسعود حسن رضوی ادیب، ابواللیث صدیقی، مسعود حسین خاں، ابومحمد سحر، نثار احمد فاروقی، مختار الدین احمد، نذیر احمد، مشفق خواجہ، محمود الٰہی اور تنویر احمد علوی نے تحقیق کے سلسلے میں کئی اہم کام کیے ہیں۔